© rasailojaraid.com

دلائل القرآن

از

(جناب مولوی نجم الدین صاحب اصلاحی)

اعجاز القرآن امام فراہیؒ کے حاشیہ پر صاحب نظام القرآنؒ نے اسباب و اعجاز کی جانب مندرجہ ذیل حکیمانہ اشارات اور عجیب و غریب نکات کا اظہار فرمایا ہے جس کے مفہوم کو ہم اپنے الفاظ میں پیش کر رہے ہیں ارشاد ہوتا ہے۔

(۱) ممکن ہے کہ کلام میں ایک ایسی لطیف چیز ہو مثل روح کے کہ جس کی ماہیت نہ سمجھی جا سکی ہو لیکن اس کے وجود پر آثار ہدایت سے استدلال کیا جا سکتا ہو کما قال تعالیٰ (اذا دعاکم لما یحییکم) یعنی جب وہ تمہیں ایسی چیز کی طرف دعوت دے جو ایک بلند زندگی بخشتی ہے۔

قرآن مجید کا موثر ہونا ذوق سلیم سے معلوم ہو سکتا ہے جس کی تائید ان واقعات سے ہوتی ہے جو اس کے عظیم الشان اثر کے متعلق تاریخوں میں درج ہیں اور نیز اہل عرب کی روایات سے بھی بس یہ ایک چمکتی ہوئی روشنی اور ناقابل انکار دلیل ہے جیسا کہ توراۃ میں آنحضرت صلعم کی بشارت کے موقع پر آیا ہے اور مکاشفات یحییٰ میں بھی ہے کہ اس کے منہ سے ایک شمشیر براں نکلے گی تاکہ اس کے ذریعہ قوموں کو زیر کیا جائے۔"

(۲) اس سلسلہ کے ماتحت معرفت حقیقت اعجاز قرآن ناممکن ہے محض اس کے آثار معلوم ہو سکتے ہیں۔ امام عبدالقاہر جرجانی وغیرہم نے غلطی کی کہ قرآن کا اعجاز نحوی اسالیب اور وجوہ بلاغت کو قرار دیا حالانکہ یہ تمام چیزیں اعجاز نہیں۔

(۳) اس رائے کو سامنے رکھتے ہوئے فن بلاغت کا فائدہ یہ ہوگا کہ انسانی کلام کا منتہیٰ اس کے اقسام اسالیب اور ان کے مدارج معلوم ہو جائیں گے۔ اس کے بعد کلام معجز اور غیر معجز کا فرق نمایاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طور پر محسوس ہوگا یعنی یہ معلوم ہو جائے گا کہ اول الذکر اپنے اثر ہی کی وجہ سے اور اس روح ہی کی وجہ سے بوطوں کے اندر پھونکتا ہے اعجاز کا درجہ رکھتا ہے کیونکہ ثانی الذکر میں یہ چیز نہیں پائی جاتی ہے اگرچہ اس کے اندر کتنی ہی بلاغت پائی جاتی ہو۔

(۴) اس رائے کی بنا پر یہ بحث ختم ہو جاتی ہے کہ بلاغت مصطلحہ پر اعجاز کا مدار نہیں بلکہ کتاب الٰہی کے اندر ایسی بلاغت ہے جس کی حقیقت تک پہنچنا ممکن نہیں لیکن اس کا عجیب اثر ارباب فکر اور اصحاب تقویٰ پر ظاہر ہوتا ہے۔

(۵) لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اس کے اندر لفظی و معنوی محاسن بھی بحر بیکراں کی طرح ہیں علماء بلاغت اپنی پوری جد وجہد کے باوجود بھی اس کے کچھ ہی حصہ تک پہنچ سکتے ہیں ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ کائنات کے اندر جو بے پایاں آیات و نشانیاں ہیں ان کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اعجاز قرآن کوئی ایسی چیز نہیں جس کو بڑی آسانی سے متعین کیا جا سکے بلکہ حضرت مولانا فراہیؒ کے ارشاد کا مقصد محض غور و فکر کی مزید سراغ رسانی ہے۔

ختم نبوت اور قرآن | آنحضرت صلعم کے زمانہ میں اہل عرب نے بہت سعی کی کہ قرآن عزیز کا معارضہ کر سکیں مگر باوجود اہل زبان ہونے کے معارضہ سے قطعاً عاجز رہے اور قرآن اپنا اثر بڑھاتا اور پھیلاتا رہا جب آپ کا زمانہ وصال قریب ہوا تو ایک دوسرا قدم اور اٹھایا گیا وہ یہ کہ مکہ کے نبی کے مثل دوسرے خانہ ساز انبیاء (معاذ اللہ) پیدا کئے گئے۔ چنانچہ ۹ و ۱۰ھ کے لگ بھگ یمامہ میں قبیلہ بنو حنیفہ میں مسیلمہ کذاب کا ظہور ہوا۔ یمن میں اسود عنسی۔ قبیلہ اسد میں طلیحہ بن خویلد۔ اور سجاح ذات القلم وغیرہ بنی تغلب میں نبوت کے دعویدار بن گئے

(۱) مسیلمہ نے یہ دعویٰ کیا کہ اس پر آسمان سے وحی آتی ہے جس کا نام (رحمٰن) ہے اس کا نزول رات کی تاریکی میں ہوتا ہے نہ کہ دن کی روشنی میں۔

الفاظ وحی ملاحظہ ہوں کہتا ہے یا ضفدع یا بنت ضفدعین. نقی ما تنقین نصفک فی الماء ونصفک فی الطین۔ لا الماء تکدرین ولا الشارب تمنعین۔

سبحان اللہ یہ ہے وحی الٰہی الموسوم بہ قرآن۔ حالانکہ جس کو ذرا بھی عربی زبان کی ممارست ہوگی وہ فصیح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر دے گا کہ یہ الفاظ زبان جاہلیت کے نہیں ہو سکتے اور نہ اس طرح کی باتوں کا کوئی ثبوت ہے مگر اس کو کیا کہا جائے کہ جاحظ جیسے ادیب اور بصیر کلام عرب کو دھوکا ہو جاتا ہے یا بطور استہزا کہنا پڑتا ہے "لا ادری ما الذی ھیج مسلیمۃ حتی ساء رایہ فی الضفدع"

اسی مسلیمہ نے قرآن کی تقلید میں یہ الفاظ کہے والباذرات زرعا، والحاصدات حصدا والذاریات قمحا۔ والطاحنات طحنا۔ والعاجنات عجنا۔ والخابزات خبزا۔ والثاردات ثردا۔ واللاقمات لقما۔ اہالۃ وسمنا۔ لقد فضلتم علی اھل الوبر وما سبقکم اھل المدر...

جب طلحۃ النمری نے مسلیمہ کو دیکھا اور باتیں کیں تو کہا اشھد انک کذاب وان محمدا صادق ولکن کذاب ربیعۃ احب الینا من صادق مضر۔

(۲) اسود عنسی کی وحی کا حال بھی سننے کے لائق ہے وہ کہتا تھا کہ ایک فرشتہ جس کا نام ذو خمار ہے آسمان سے وحی لے کر اترتا ہے۔ یہ اسود عنسی فی الحقیقت ایک نہایت فصیح و بلیغ آدمی تھا جو زبردست کاہن اور سجع میں مشہور تھا امتداد زمانہ سے اس کا کلام ضائع ہو گیا یہ بھی نبوت خانہ ساز کے پانچویں سال میں تھا

(۳) طلیحہ کی وحی ایک (ذالنون) نامی فرشتہ لے کر آتا تھا پھر اس شیطان کو جبرئیل کہنا شروع کر دیا گیا۔ اسی کا قول ہے صلوا قیاما فان اللہ لا یضیع بتعفیر وجوھکم وقبح ادبارکم

(۴) سجاح ذات العلم کی وحی کو بھی اسی پر قیاس کر لیا جائے۔

(۵) مشہور شاعر متنبی جس نے بادیہ سماوہ میں ادعاء نبوت کیا اور اپنے کلام کو قرآن کہہ کر ثبوت میں پیش کیا تھا نمونہ یہ ہے "والنجم السیار، والفلک الدوار، واللیل والنھار، ان الکافر لفی اخطار... امض علی سنتک واقف اثر من قبلک من المرسلین فان اللہ قامع ابک زیغ من الحد فی دینہ وضل عن سبیلہ الخ۔ بعد کو پھر اپنے اس ارادہ سے باز آگیا اور شعر و شاعری ہی میں کمال کو پہنچا مذکورہ بالا شہادتوں کے بعد یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے اور عرب کے اسی فقرہ کو پھر دہرا دینا پڑتا ہے "ولیس شان القرآن کشان کلام الناس۔ بلکہ قرآن ایسا کلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ایسے مخفی طریقہ اور اشارہ سریعہ سے طاری کر دیا گیا جو تحصیل علم کے معروف کسبی طریقوں سے مختلف اور ان الہاموں، سجع اور کہانت کے طریقوں سے جدا ہے جو بعض خواص اور مدعیان نبوت پر نازل اور طاری ہو جایا کرتے ہیں۔

زمانہ شاہد ہے کہ نزولِ قرآن سے لے کر ختم نزول قرآن بلکہ آج تک نہ تو قرآن عزیز کا معارضہ مقابلہ ہو سکا اور نہ نفوذ و اثر وغیرہ محاسن کلام کی جہانگیری کا انکار کیا جا سکا اور نہ رہتی دنیا تک اخلاد عاکمہ لیمالیعیکہ کی صداقت پر آنچ آسکتی ہے یہی تو وہ صداقت اور منفرادندی الفاظ و معنی کی شہنشاہی ہے کہ میور جیسے کرم فرما کو مجبوراً اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ "جہاں تک ہماری معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو قرآن کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو" ایک اور یورپین محقق لکھتا ہے کہ "ہم ایسے ہی یقین سے قرآن کو بعینہ محمد صلعم، کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھتے ہیں جیسے مسلمان اسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں" اسی طرح ایڈورڈ گبن، پروفیسر براؤن، مسٹر کارلائل، ڈاکٹر لی بان اور بڑے بڑے سماجی ہیرو ٹرلک روسو لوتھر، ٹالسٹائی اور مہاتما گاندھی قرآن کے قانون سے متاثر اور کلام خداوندی کے معترف تھے۔ چنانچہ ممالک یورپ میں وینس، ہمبرگ، لیپ وغیرہ مطابع میں قرآن طبع ہوئے اور بارہویں صدی عیسوی سے اس زمانہ تک ممالک جرمن، فرنچ، روم، انگلستان وغیرہ کے عالموں، ادیبوں نے قرآن مجید کے تراجم اور اقتباس سے جس قدر فائدہ اٹھایا اس کی تفصیل تطویل کا باعث ہے۔

قرآن کریم کا پہلا ہندی ترجمہ | دنیا کے اندر جتنی زندہ زبانیں ہیں ان میں شاید ہی کوئی ایسی بد قسمت زبان ہو کہ اس میں قرآن مجید کا ترجمہ نہ ہوا ہو مگر اولیت کا سہرا جس ملک اور زبان کے سر ہے وہ ہندستان اور اس کی ہندی زبان ہے۔ مذہبی تعلقات میں یہ چیز حیرت سے دیکھی جائے گی کہ قرآن مجید کا ہندی ترجمہ آج سے ہزار برس پہلے سندھ کے راجہ مہردگ نے منصورہ (واقع سندھ) کے امیر عبداللہ بن عمر کو لکھا کہ ایسے شخص کو میرے پاس بھیجئے جو ہندی میں ہم کو اسلام کا مذہب سمجھا سکے منصورہ میں عراق کا ایک مسلمان تھا جو مختلف زبانیں جانتا تھا ——— امیر نے راجہ کے دربار میں بھیجا اور وہ وہاں تین

© rasailojaraid.com

یں تھا اور اس کی خواہش سے اس نے قرآن کریم کا ہندی زبان میں ترجمہ کیا راجہ روزانہ ترجمہ سنتا تھا
اس سے بے حد متاثر ہوتا تھا۔[1]

اگر مذہبی یعنی آسمانی کتابوں کے لکھنے والے انسان تھے تو قرآن کے سوا اور کون سی کتاب ہے
جو چھوٹے چھوٹے بچوں کے سینوں میں محفوظ اور چودہ سو سال سے دنیا کے گوشہ گوشہ کو معمور کئے
دیتے ہے نہ ایک حرف اور زیر زبر تک کی کمی بیشی ہوئی اور نہ ایک آیت کا معارضہ و مقابلہ کرنا دنیا کی تاریخ
یں پایہ صحت اور معیار تحقیق پر پورا اترسکا تاریخ گواہ ہے کہ جنہوں نے اس طرح کا ارادہ کیا اور چند
ن بے جوڑ فقرے لکھ مارے کیا قرآنی چیلنج " فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ " اور " بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ " کا جواب
رگیا ؟ ہرگز نہیں۔ اگر مذہبی کتابوں کے لکھنے والے انسان ہوتے تو ان کے کلام میں بھی انسانی جھلک
ہوتی اور وہ تمام نقائص پائے جاتے جو فطری طور پر غیر معصوم انسانوں کے اندر ممکن ہیں اگر بحث کے
طول ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا تو ہم ان تمام مذہبی کتابوں جن کے لکھنے اور تصنیف کرنے والے انسان
ہیں تھے ایک ایک تار پود بکھیر دیتے اور دکھلا دیتے کہ انسانی کلام اور اللہ کے کلام میں اصولی اور امتیازی
ور کیا فرق ہے مگر بے سود ہے کیونکہ بارہا دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو چکا ہے بقول حکیم سنائیؒ

عجب نبود گر از قرآں نصیب ماست جز حرفے
کہ از خورشید جز گرمی نہ بیند چشم نابینا

معارضہ قرآن کرنے والوں ابن المقفع اور ابوالعلا معری کا انجام اور اس کی تحقیق

امام ابوبکر باقلانیؒ اور حافظ ابن قیمؒ کی تحقیق یہ ہے کہ ابن المقفع نے قرآن کا معارضہ
کرنا چاہا تھا چنانچہ اس سلسلہ میں جب سورۂ ہود کی اس آیت پر پہنچا حَتّٰی إِذَا
جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ (الی قولہ تعالیٰ)، وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ تو اپنے
خیال سے باز آگیا وقال هذا ما لا يستطيع البشر ان يأتوا بمثله وترك المعارضة واحرق ما
ان قد اختلفه۔ یعنی ابن المقفع نے عاجز ہو کر کہہ دیا کہ انسانی طاقت سے باہر ہے کہ قرآن کے مثل بنایا
جا سکے۔ اور معارضہ کرنا چھوڑ دیا اور جو کچھ لکھ چکا تھا آگ میں جھونک دیا۔

ابوالعلاء معری پانچویں صدی ہجری کا مشہور ادیب گذرا ہے جو مذہب میں نہایت آزاد تھا اس

---

[1] تعلقات عرب و ہند بحوالہ عجائب الہند صلا

کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے سورۂ مرسلات کی آیت اِنَّھَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ کَالْقَصْرِ کَاَنَّہٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ کا معارضہ اپنے ذیل کے شعر میں کیا ہے ؎

حمراء ساطعۃ الذوائب فی الدجی ترمی بکل شرارۃ کطراف

ترجمہ: کہتا ہے آگ سرخ رنگ کی ہے اس کی مینڈھیاں تاریکی میں بلند و بالا ہیں ایسی چنگاریاں پھینکتی ہیں جو مثل چمڑے کے سرخ خیمہ کے ہیں۔

حضرت امام رازیؒ نے ابوالعلاء کے شعر مذکور کو آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مدنظر رکھا ہے اور حسب عادت تقریباً ۱۲ اعتراضات اس تشبیہ پر کئے ہیں اور شعر کی مٹی پلید کر دی ہے (ملاحظہ ہو تفسیر کبیر) اپنا خیال یہ ہے کہ جب تک کسی کے کلام کی صحیح توجیہ اور محل متعین ہو سکے خواہ مخواہ اس کی تغلیط کر کے ہدف ملامت نہ بنایا جائے علماء مصر نے ابوالعلا کی کتاب "الفصول والغایات" دنیا کے سامنے پیش کی اس سے ادیب مذکور کے عقائد و خیالات پر روشنی پڑتی ہے اسی کتاب میں ہے خدا کے دربار میں مناجات کرتا ہے

ادعوک وعملی سیء لیحسن، وقلبی مظلم لکی ینیر۔ وقد عدلت عن المحجۃ الی بینات الطریق۔ وانت العدل ومن عدلک اخاف! یا من سبح لہ زرقۃ الافق وزرقۃ الماء وحمرۃ الفجر وحمرۃ شفق الغروب! وان کان الدمع یطفی غضبک فھب لی عینین کانھما غماما شتی رشتاء، تبلان الصباح والمساء، واعطنی فی الدنیا منک وجلا افوز بالاخرۃ فی الامان وارزقنی فی خوفک برد الدی وقد فاد برد اھداء الدعوۃ لہ بالغدو والآصال الخ

ایک دوسری جگہ لکھتا ہے۔

اقسم بخالق الخیل والریح الھابۃ بلیل، بین الشرط ومطالع سھیل، ان الکافر لطویل الویل، وان العمر لمکفوف الذیل متعمد امرج السیل، وطالع التوبۃ من قبیل، تنج وما اخالک بناج الخ

© rasailojaraid.com

مذکورہ بالا اقتباسات سے واضح ہو جاتا ہے کہ ابو العلاء معری نے ہرگز قرآن کا معارضہ نہیں کیا ہے کیونکہ اس کا اونچے درجہ کا موحد اور گہرے درجہ کا مومن ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ رافعی اعجاز القرآن میں صاف فیصلہ کر دیتے ہیں۔ "وذلك ولاهيب فرية على المعرى اراده بها عدوحاذق"[۱۹] یعنی اس طرح کی باتیں جو ابو العلاء کی طرف منسوب ہیں ان کے چالاک اور شاطر دشمنوں نے مرحوم کے سر تھوپ دی ہیں نہ یہ کہ قرآن کا مقابلہ (معاذ اللہ)

اصل یہ ہے کہ دنیا میں جتنے اچھے درجے کے ادیب ہوتے ہیں وہ سب کے سب اونچے درجہ کے کلام کے حفظ، تتبع اور تقلید سے ہوتے ہیں۔ ہر زبان کے اندر ادیب اور اساتذہ فن کا ہونا جس طرح مسلم ہے اسی طرح ان کے کلام کو استشہاد میں پیش کرنا اور سند لانا لسانیات میں حجت مانا گیا ہے چونکہ قرآن عزیز اپنی فصاحت و بلاغت اور ماورا فہم انسانی صداقت کا علمبردار، تاثیر اور نفوذ کا حامل اور جلا انسانی کلام میں انسانی کلام اپنی ایک جدا شان، رفعت اور کمال رکھتا ہے اس لئے دنیا کے ادیبوں زبان اور کلام عرب پر عبور رکھنے والوں کو پہلے دہلہ میں غلط فہمی ہوئی چنانچہ مسلیمہ وغیرہم ماہرین زبان معارضہ مقابلہ پر اتر آئے اور تحدی قبول کر لی جو کچھ ہوا وہ دنیا کے سامنے ہے قرآن کے اول مخاطبین خالص عرب تھے اور وہ تھے کہ جن کی زبان کا سکہ چل رہا تھا اور دنیا کے تمام لوگ گونگے اور زبانیں عربی طلاقت لسانی اور شیوہ بیانی کے سامنے ماند پڑ گئی تھیں جب یہ عاجز ہو گئے تو پھر کس مائی کے لال کو ہمت اور جرأت ہو سکتی تھی کہ وہ قرآنی چیلنج کا جواب دیتا۔ عجمی پیداوار میں متنبی اور ابن المقفع کا ذکر اوپر گذر چکا ہے کہ منہ کی کھائی اور سپر ڈال دینی پڑی مگر غریب ابو العلاء معری کا قصہ ان تمام سے بالکل جدا ہے اور وہ یہ ہے کہ جہاں تک ابو العلاء کے عقائد اور خیالات کا تعلق ہے وہ یقیناً خدا کے بارے میں بڑا متواضع اور کٹر خدا پرست تھا اور آخرت کی زندگی کا نہ صرف قائل بلکہ قیامت کا خوف رکھتا تھا البتہ ابتدائی زندگی جیسا کہ بہتوں کی رہی ہے اس کی بھی رہی ہے اعتبار ابتدا کا نہیں ہوتا ہے انتہا اور حسن خاتمہ کا ہوتا ہے اور خاتمہ کا قطعی علم بجز خدا کے کس کو ہے اس لئے اپنا یہ فیصلہ ہے کہ ابو العلاء نے قرآن کی چھوٹی اور بڑی سورتوں یا آیات کا جو تتبع کیا ہے وہ اس حیثیت سے نہیں کیا ہے کہ قرآنی چیلنج اور تحدی کا جواب دیا ہے بلکہ قرآن عزیز

© rasailojaraid.com

ایک ایسی فصیح و بلیغ اور ادبی زبان لے کر دنیا کے اندر آیا ہے جس نے فنی ادب کے سارے کارخانہ کو سرد کر دیا اس سے متاثر ہو کر اس کی تقلید میں خود بھی نظم و نثر میں اس کا اظہار کیا ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ دنیا کا ہر ادیب فنی اعتبار سے ہر بلند کلام سے متاثر ہوا ہے مگر کیا انسانوں نے انسانوں کے کلام کا پورا پورا مقابلہ کیا ہے اور کتنے ہیں جو ابن المقفع، متنبی، ابو العلاء، اور جاحظ ہوئے ہیں؟ اور کتنے ہیں کہ سعدی کی گلستاں کا جواب اور کامیاب جواب دے سکے ہیں؟ اور کتنے ہیں کہ مولانا شبلیؒ کی اردو اور مولانا آزاد کی خطابت اور سحر بیانی کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کی ہے؟ جب انسانی مبلغ کا یہ حال اور تہی دامنی کا یہ عالم ہو تو حق جل کے کلام کا مقابلہ کرنا معارضہ پر آمادہ ہونا اور تحدی قبول کرنا انہیں کو سوجھتا ہے جو دماغی عیاشی کے کیا کہا جا سکتا ہے؟ جس طرح سب نے منہ کی کھائی اگر خدانخواستہ ابو العلاء معری نے بھی اوروں کی طرح خدا کی جناب میں گستاخی کی ہے تو اس کا بھی وہی حشر ہوگا جو اوروں کا ہوا اور اس کے کلام کی بھی وہی نوعیت ہوگی جو اوروں کی ہوئی۔

مصحف عبداللہ بن مسعودؓ اور ایک علمی غلطی کا ازالہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہذلی بنو زہرہ کے حلیف اور قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ آپ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے آپ کو چھٹا مسلمان پایا اس وقت سطح ارض پر ہم لوگوں کے سوا کوئی اور مسلمان نہ تھا۔ مکہ میں سب سے پہلے آپ ہی نے باعلان قرآن مجید پڑھا جب آپ اسلام لائے تو رسول اللہ صلعم نے اپنی خدمت میں رکھ لیا اور آپ خدمت میں رہنے لگے۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم کو اندر آنے کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں تمہاری اجازت صرف یہ ہے کہ تم میری بات سن لو اور پردہ اٹھا ہوا ہو۔ چنانچہ اندر آتے جاتے آپ کو جوتہ پہناتے آپ کے ساتھ آگے آگے چلتے جب آپ غسل کرتے تو پردہ کرتے اور جب آپ سوتے تو آپ کو بیدار کرتے حبشہ اور مدینہ دونوں جگہ ہجرت کی اور دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی رسول اللہ صلعم کے ساتھ بدر اور خندق بیعۃ الرضوان اور تمام لڑائیوں میں شریک ہوئے اور آپ کے بعد معرکۂ یرموک میں شرکت کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو بغیر مشورہ خلیفہ بناتا تو ابن ام عبد کو بناتا۔ حضرت ابن مسعودؓ کا خود ارشاد ہے کہ خدا کی قسم

قرآن کی کوئی سورہ ایسی نہیں ہے جس کے متعلق مجھے یہ علم نہ ہو کہ کہاں اُتری اور کس کے متعلق اگر مجھ کو یہ علم ہو جائے کہ مجھ سے زیادہ کسی کو قرآن کا علم ہے اور سواری وہاں تک پہنچ سکے تو یقیناً اس کے پاس جاکر علم قرآن حاصل کروں تمام صحابہ اس سے اچھی طرح واقف ہیں کہ میں سب سے زیادہ قرآن کی بابت واقف ہوں حالانکہ میں سب سے بہتر نہیں ہوں (صحاح وغیرہ) غرض آپ کی وفات حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت ۳۲ھ مدینہ منورہ میں ہوئی۔ ایک طرف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے یہ فضائل وکمالات اور قرآن سے گہرا تعلق کہ گویا وحی الٰہی کی گود میں پرورش پائی اور دوسری جانب جملہ فرق اسلامیہ کا اجماعی مسئلہ کہ قرآن عہد نبوی صلعم میں مدون اور مرتب ہو چکا تھا اور صحابہ نے اس کو متعدد بار آنحضرت صلعم کو سنا دیا تھا جو بجنسہٖ آج ہم تک محفوظ اسی ترتیب پر ہے جو لوح محفوظ میں تھا اور جس کو ہم مدلل طور پر ثابت کر چکے ہیں۔ پھر بھی امام بغویؒ کے مندرجہ ذیل فقروں کو کبھی فراموش نہ کرنا چاہئے لکھتے ہیں۔

الصحابۃ رضی اللہ عنہم جمعوا بین الدفتین القرآن الذی انزلہ اللہ علیٰ رسولہ من غیر ان زادوا او نقصوا منہ شیئاً . . . وکان رسول اللہ صلعم یلقن اصحابہ ویعلمہم ما نزل علیہ من القرآن علی الترتیب الذی ھو الآن فی مصاحفنا بتوقیف جبریل ایاہ علیٰ ذلک . . . فان القرآن مکتوب فی اللوح المحفوظ علیٰ ھٰذا الترتیب الخ

تیسری جانب یہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مصحف میں تین سورتیں نہ تھیں اور بقول بعض (معاذ اللہ) ابن مسعودؓ اس کے قرآن ہونے کے قائل نہ تھے ابھی تک تو تین سورتوں کی توجیہات میں لوگ بلاوجہ پریشان تھے لیکن ہمارے کرم فرما شاہ معین الدین صاحب ندوی کو چوتھی سورۃ کی کمی کی فکر ہے کہ وہ کون سی سورۃ ہے؟ ملاحظہ ہو معارف جون ۴۹ء صفحہ ۴۲۲ اس کمی کی صحیح توجیہ اور تحقیق سے پہلے ہم ایک اور بات صاف کر دینا ضروری سمجھتے ہیں وہ یہ کہ شاہ صاحب موصوف نے حضرت اُبی بن کعب کے مصحف کی سورتوں کی تعداد ابن ندیم وغیرہ سے ۱۱۶ نقل فرمائی ہے حالانکہ حسب تصریح

© rasailojaraid.com

علامہ محمد صبیح مصری صحیح تعداد ۱۱۵ ہے کیونکہ حضرت اُبی سورۃ الفیل اور سورۃ الایلاف کو ایک ملاتے تھے۔ بہرکیف ایک سورہ زائد ہو یا دو جو جواب اور حل ایک کا ہوگا وہی دوسرے کا۔ حضرت اُبی کا قنوت اللھم انا نستعینک و نستغفرک الخ کا دو سورہ ماننا اور حفد و خلع کے نام سے موسوم کرنا جس طرح کتابوں میں پایا جاتا ہے اسی طرح یہ روایت ان عمر بن الخطاب قنت بعد الرکوع فقال بسم اللہ الرحمن الرحیم اللھم انا نستعینک و نستغفرک الخ قال ابن جریج حکمۃ البسملۃ انھما سورتان فی مصحف بعض الصحابۃ۔ کو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے تاکہ آیندہ توجیہات کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

اصل یہ ہے کہ مورخین حتیٰ کہ ارباب سیر تک کی روایات میں عموماً بے سروپا باتیں ہوتی ہیں نہ راویوں کا پتہ نہ جرح و تعدیل سے سروکار نہ اتصال و انقطاع کی خبر اگر بعض نے سلسلۂ اسناد کا اعتبار کیا ہے تو یہ بھی رطب و یابس کی تفریق کئے بغیر ہر غث و ثمین کو درج کر دیا ہے خواہ وہ ابن ندیم ہوں یا سیوطی، ابن اثیر ہوں یا ابن قتیبہ، ابن سعد ہوں یا ابی الحدید، طبری ہوں یا واقدی وغیرہم ان غیر مستند روایات اور بیانات کو ایک قطعی الثبوت شے کے مقابل لانا کب لائق اعتنا ہو سکتا ہے غور کا مقام ہے کہ کلام ناس اور کلام رب الناس میں جو بون بعید ہے وہ ظاہر ہے نیز جو فرق اسلوب کلام الٰہی اور کلام نبوی میں پہلے ہم بیان کر آئے ہیں اس کو تسلیم کرتے ہوئے دعائے قنوت اللھم انا نستعینک الخ کی قرآنیت کو تسلیم کرنا اور پھر محدثین کرام کا اس قنوت پر گفتگو کرنا اور بعض کا عدم صحت کا حکم دینا سنن و آثار نبوی کے اندر موجود ہے کیا حقیقت رکھتا ہے؟ اور کیا یہ وہی قرآن تھا اور قرآن کی سورہ کہ جس کی تحدی سے خالص اہل عرب عاجز تھے جس کا خبر رسول ہونا محل بحث میں ہو اس کا قرآن کی سورہ کے نام سے نقل کرنا ابن ندیم اور سیوطی ہی جیسے حاطب اللیل کا کام ہو سکتا ہے نہ کہ کسی دقیقہ رس محقق کا۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ سیوطی نے امام زرکشی کی کتاب کو نوچ کھسوٹ کر اتقان کو مرتب کیا ہے اور کتنی باتیں گھٹائی اور بڑھائی ہیں مانا کہ بعض بعض جگہ رد بھی کیا ہے اور کامیاب بھی ہوتے ہیں۔ یہی حال ابن ندیم کا ہے اور کہنا پڑتا ہے سہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خشت اول چوں نہد معمار کج — تا ثریا می رود دیوار کج

بات یہ ہے کہ اس طرح کی جو روایات ملتی ہیں ان کا مرتبہ خبر آحاد سے آگے نہیں بڑھتا علماء اصول نے اس کی حقیقت کو بے نقاب کر دیا ہے اور اس طرح کی جملہ روایات یا تو کسی آیت کی شرح و تفسیر ہے یا قراءۃ اور مذاکرات ہیں جن کو اصحاب مصاحف قدیمہ نے لکھ لیا ہے موطا امام مالک میں بسند صحیح یہ روایت موجود ہے جس میں یہ فقرہ ہے حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطٰی وصلوٰۃ العصر وقوموا للّٰہ قانتین۔ یہ روایت بھی اسی قبیل کی ہے کہ یہ حضرت عائشہؓ نے آں حضرت صلعم سے بطور تفسیر و تشریح کے سنا تھا اور اپنے مصحف میں درج کر رکھا تھا نہ کہ قرآن سمجھ کر اسی طرح کی روایات اور تشریحات کو بعد کے لوگوں نے اپنے مصاحف کے اندر یعنی متن کے ساتھ درج کر لیا ہے چنانچہ کتاب اختلاف مصاحف اھل المدینۃ واھل الکوفہ واھل البصرہ عن الکسائی وکتاب اختلاف المصاحف لخلف، وکتاب اختلاف اھل الکوفہ والبصرہ والشام فی المصاحف للفراء، وکتاب اختلاف المصاحف لابی داؤد السجستانی، وکتاب اختلاف المصاحف وجمیع القراءات للمدائنی، وکتاب اختلاف المصاحف الشام والحجاز والعراق لابن عامر الیحصبی، وکتاب محمد بن عبد الرحمٰن الاصفہانی فی اختلاف المصاحف ہمارے بیان پر شاہد عدل ہیں۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے اور تاریخی حقیقت بھی ہے جس کی تائید میں صحیح روایات موجود ہیں یعنی یہ کہ اہل حمص نے یہ خیال کیا کہ ہم لوگ جس قرأت پر قرآن پڑھ رہے ہیں وہ دوسرے لوگوں کی قرأت سے بہتر ہے کیونکہ انھوں نے حضرت مقدادؓ سے قرآن سیکھا تھا۔ اہل دمشق بھی انھیں کی تائید میں تھے۔ اسی طرح اہل کوفہ کا خیال تھا اور یہ لوگ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ترجیح دیتے تھے اور اہل بصرہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے تمسک کرتے تھے چنانچہ ان کے مصحف کا نام (لباب القلوب) رکھا گیا حضرت عثمان غنیؓ نے اس اختلاف کو محسوس کر کے حضرت حفصہؓ رضی اللہ عنہا کے پاس سے وہ قرآن طلب فرمایا جو عہد نبوی میں لکھا جا چکا تھا اور اس کی نقلیں ممالک اسلامیہ میں بھجوا دی گئی تھیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت کا یہ وہ کارنامہ ہے جس پر تاریخ اسلام قیامت تک ناز کرسکتی ہے اور یہی وہ بات ہے جس کو قاضی ابوبکر انتصار میں فرماتے ہیں انما قصد جمعهم على القراءات ... الثابتة المعروفة عن النبي صلعم والغاء ماليس كذلك ... خشية دخول الفساد والشبهة على من ياتي بعد"

لہذا حضرت ابی بن کعب کے مصحف میں ایک یا دو سورتوں کی زیادتی بھی یہیں سے ختم ہوجاتی ہے کیونکہ حسب تصریح ارباب سیر وتاریخ حضرت ابیؓ کی وفات عہد فاروقی میں مدینہ کے اندر ہوچکی ہے اور نقل مصاحف کی تاریخ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ثابت ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ حضرت عثمانؓ کے سامنے حضرت ابیؓ کا مصحف نہ رہا ہو یقینا تھا جیسا کہ "سعد السعود" لعلی بن محمد میں ہے

"نقلا عن كتاب ابي جعفر محمد منصور ورواية محمد بن زيد بن مروان في اختلاف المصاحف ان القرآن جمعه على عهد ابي بكر زيد بن ثابت وخالفه في ذلك ابي وعبد الله بن مسعود ... واخذ عثمان مصحف ابي وعبد الله بن مسعود .. . فغسلها وكتب عثمان مصحفا لنفسه، ومصحفا لاهل المدينة، ومصحفا لاهل مكة، ومصحفا لاهل الكوفة، ومصحفا لاهل البصرة، ومصحفا لاهل الشام۔

ان شہادتوں کے بعد حضرت ابیؓ اور ابن مسعودؓ کے مصاحف کے اندر سورتوں کی کمی بیشی کی پھر کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے فاعتبروا یا اولی الابصار

رہ گئی یہ بات کہ حضرت ابیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے مرتب کردہ مصاحف ابن ندیم اور سیوطیؒ نے خود دیکھے تھے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مرتب کردہ قرآن تو شیخ زنجانی نے ۱۳۳۵ھ میں نجف کے اندر خط کوفی میں لکھا ہوا دیکھا ہے جس کے آخر میں تحریر ہے کتبه علی بن ابی طالب فی سنة اربعين من الهجرة- اگر یہ مشکوک ہے تو ابن ندیم و سیوطی کا دیکھنا کیوں نہ مشکوک مانا جائے بس سب مشکوک ہیں اور قطعی وہی قرآن ہے جو حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ وغیرہم کے حروب باہمی میں بطور حکم، خونریزی سے بچنے اور صلح وامان کے لئے اوپر اٹھایا گیا تھا وہی قرآن تھا اور ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو عہد عثمانی میں آفاق عالم میں پھیلا یا جا چکا تھا اور عہد عثمانی میں صحابہ کا اس پر اتفاق اور اجماع ہو چکا تھا چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اس کمیٹی عثمانیہ میں موجود تھے ملاحظہ ہو التبیان فی آداب حملۃ القرآن (نووی) اور امامیہ کے مسلم الثبوت مجتہد و محدث علامہ عبداللہ زنجانی کی تاریخ القرآن -

مذکورہ بالا تحقیقات کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی جانب جو غلط انتسابات ہیں ان کی حقیقت واضح ہو جاتی اور مزید کاوش کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے لیکن حسب وعدہ عروس قرآن کے چہرے سے اس گرد و غبار کو بھی پاک کرنا ایک دینی اور علمی خدمت ہے جو بدقسمتی سے اپنے ہی بزرگوں کے عدم تدبر کی بنا پر اسفار حدیث میں موجود ہے - ملاحظہ ہو -

(۱) قال ابن حجر فی شرح البخاری قد صح عن ابن مسعود انکار المعوذتین فاخرج احمد و ابن حبان عنہ انہ کان لا یکتب المعوذتین فی مصحفہ -

(۲) اخرج غیرہ ان عبداللہ بن مسعود کان یحک المعوذتین من مصاحفہ ویقول انہما لیستا من کتاب اللہ -

(۳) اخرج البزار والطبرانی من وجہ آخر ان ابن مسعود کان لا یقرء بہما وکذلک کان یری ہذہ الرای فی فاتحۃ الکتاب -

اس لئے حضرت ابن مسعودؓ کے مصحف میں سورتوں کی کل تعداد ۱۱۱ ہوتی ہے نہ کہ ۱۱۰- جن کتابوں میں ایک سو دس منقول ہے وہ یا تو سہو کاتب ہے یا غلط ہے لہذا تین کے بجائے چار کی کمی کو ماننا اور معوذتین و فاتحہ کے علاوہ کو پوچھیا ابن ندیم اور سیوطی کی تقلید کی بنا پر ہے نہ کہ تحقیق - واللہ اعلم -

شیخ ابن حجر کی روایت پرستی مشہور ہے اس لئے ہم خود اس سے زیادہ کہنا چھوٹا منہ بڑی بات سمجھتے ہیں البتہ امام ابو محمد علی بن حزم اندلسی کی تحقیق جن کے متعلق ابن بشکوال کی شہادت ہے کان ابو محمد اجمع اہل الاندلس قاطبۃ لعلوم الاسلام واوسعہم معرفۃ -

اور حافظ ابو عبداللہ حمیدی کا یہ فقرہ ما رأینا مثلہ (التاج المکلل) جلالتِ علم و تحقیق کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے سب سے بڑی دستاویز ہے۔ مذکورہ بالا روایات پر نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں علامہ ابن حزم فرماتے ہیں ھذا کذب علی ابن مسعود وموضوع۔ یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی جانب جن مذکورہ بالا سورتوں کے قرآنیت کا انکار بیان کیا جاتا ہے یہ جھوٹ اور گڑھی ہوئی جعلی روایات ہیں۔

شیخ نووی شارح مسلم کا ارشاد ہے ان المسلمین اجمعوا علی ان المعوذتین والفاتحۃ من القران، ومن جحد منہا شیئاً کفر۔ وما نقل عن ابن مسعود باطل لیس بصحیح (شرح المہذب)

امام نووی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن مسعودؓ سے جو نقل کیا جاتا ہے لغو اور باطل ہے اور ہرگز اس طرح کی روایات صحیح نہیں ہیں۔ اور جو قرآن کے کچھ حصہ کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں ان ابن مسعود کان ینکر کون سورۃ الفاتحۃ والمعوذتین من القرآن، وھو قول فی غایۃ الصعوبۃ . . . . والاغلب علی الظن ان نقل ھذا المذہب عن ابن مسعود نقل باطل

ظاہر ہے کہ صحابہ کے عہد مبارک میں جب متواتراً ان سورتوں کا قرآن ہونا مسلم ہو چکا تھا تو پھر انکار کے کیا معنی گویا معاذ اللہ، قرآن کا متواتر ہونا اس وقت ثابت نہ تھا حالانکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں لہذا تواتر کے بعد انکار کفر کے مرادف ہے اور یہ بات ابن مسعودؓ کی طرف جو منسوب کی جاتی ہے بے اصل اور لاطائل ہے۔

احادیث کے تتبع سے بھی مذکورہ بالا تحقیقات پر روشنی پڑتی ہے خود موطا امام محمد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ روایت موجود ہے واذا صلی وحدہ قرء فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ الخ۔ اس سے تو معلوم ہوا کہ ابن مسعودؓ اسی طرح فاتحہ کو قرآن کی سورہ مان رہے ہیں جس طرح دوسری سورتوں کو۔ فتامل وتدبر۔

ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ جب عثمان غنیؓ نے تمام ممالک محروسہ میں عہد نبوی کے مدون قرآن مجید کی نقلیں بھیج کر آئندہ کے سارے جھگڑے ختم کر دئے تو پھر ابن مسعودؓ کے مصحف میں کمی کا سوال کوئی وقعت نہیں رکھتا کیونکہ ابن مسعودؓ کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی ہے اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

[illegible] کے بعد غالباً [illegible] کا ہے اور ظاہر ہے کہ نقل قرآن کی تاریخ شہادت سے بہت پہلے کی ہے یعنی [illegible] یا باختلاف روایت [illegible] میں اگر کسی کو اصرار ہی ہو کہ مصحف ابن مسعودؓ میں مزید چند سورتوں کی کمی تھی اور اپنے ثبوت میں انھیں کمزور اور واہیات، باطل اور موضوع روایتوں اور تاریخی کتابوں سے استدلال کرے تو ہم کو یہ حق حاصل ہے کہ جہاں سے تم کو یہ بے سر و پا باتیں ملی ہیں وہیں یہ فقرہ بھی ہے "فوقف فیعلم عبد اللہ یامرھم بالھدء والتزام الطاعۃ یعنی لجنۂ عثمانیہ میں اصحاب ابن مسعودؓ کو جب حضرت عثمانؓ کے مصحف "الامام" میں کچھ توقف ہوا تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اپنی پارٹی کو عثمان غنیؓ کے مصحف کی اطاعت کا حکم دیا اور خاموشی پر مجبور کر دیا۔ لیجئے "جڑ کٹ گئی نخل آرزو کی"

البتہ شیخ ابن حجر کا یہ فرمانا "صح ابن مسعود انکار المعوذتین" کو کیسے غلط مان لیا جائے کیونکہ حافظ ابن حجر کا تبحر مسلم ہے تو پھر ابن حجر، قاضی ابو بکر باقلانی، صاحب روح المعانی، صاحب فواتح الرحموت، فرید وجدی اور صاحب شرح مواقف وغیرہم کی توجیہات کو کیوں نہ تسلیم کر لیا جائے ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو بھی ان سورتوں کے کلام اللہ ہونے میں قطعاً شبہ نہ تھا وہ مانتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور لاریب آسمان سے اترا ہے مگر ان کے نازل کرنے کا مقصد رقیہ اور علاج تھا معلوم نہیں کہ تلاوت کی غرض سے اتاری گئی یا نہیں اس لئے ان کو مصحف میں درج کرنا اور قرآن میں شامل کرنا جس کی تلاوت نماز وغیرہ میں مطلوب ہے خلاف احتیاط ہے حالانکہ عبد اللہ بن مسعودؓ کے اس فعل سے بھی کسی صحابی نے اتفاق نہیں کیا۔ اسی بنا پر اجماع ہو گیا۔ فتلک الآحاد مما لا یلتفت الیہ لہٰذا قرآن آج بھی وہی ہے جو لوح محفوظ میں تھا باقی غلط خلاصہ یہ کہ یہ ہے صحت قرآن کی علمی و تاریخی تحقیق کا ایک ادنیٰ اشارہ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۔

ان بزرگوں کے اسماء گرامی جنہوں نے کم سے کم مدت میں حفظ کیا

اغانی اور اصابہ کے اندر موجود ہے کہ فرزدق کو جریر ہمیشہ پاؤں میں بیڑی پڑے رہنے کا عار دلایا کرتا تھا لوگوں نے اس کا سبب پوچھا۔ فرزدق شاعر نے کہا کہ ایک بار میں اپنے والد کے ہمراہ جنگل کی طرف گیا وہاں حضرت علیؓ نے میرے باپ سے کہا کہ اپنے لڑکے کو قرآن مجید حفظ کراؤ چنانچہ جب تک میں نے حفظ نہیں کیا بیڑی پڑی رہی۔ چنانچہ فرزدق نے ایک سال میں حفظ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا اور ذیل کے شعر میں اپنے اسی واقعہ کی جانب اشارہ کیا ہے ؎

وما ضب مجلی فی حدید مجاشع   مع القید الا حاجۃ لی ارید ھا

مجاشع کی بیڑی جو میرے پیروں میں پڑی تھی اس کی وجہ صرف ایک مقصد تھا جسے میں حاصل کرنا چاہتا تھا۔

باقی اسماء یہ ہیں۔ ہشام بن کلبی نے تین روز میں قرآن حفظ کیا (تذکرۃ الحفاظ)۔ سفیان بن عیینہ نے چار سال کی عمر میں حفظ کیا (قسطلانی)۔ قاضی ابو محمد اصفہانی نے پانچ سال کی عمر میں حفظ کیا (ملا علی قاری)۔ امام شافعیؒ نے سات سال کی عمر میں حفظ فرمایا (تاریخ الخمیس)، سہل بن عبداللہ تستری نے چھ سال کی عمر میں حفظ کیا (خزینۃ الاصفیاء)۔ میر سید اشرف سمنانی نے سات سال کی عمر میں حفظ کیا (خزینۃ الاصفیاء)۔ جلال الدین سیوطی نے آٹھ سال کی عمر میں حفظ کیا (حسن المحاضرہ)، مولانا سید صدر امین نصیرآبادی نے نو برس کی عمر میں ایک سال کے اندر اندر حفظ کر لیا (یادگار سلف)

مذکورہ بالا اسماءِ حفاظ کے نقل کرنے کا مدعا یہ ہے کہ آج درسِ قرآن کا بڑا زور اور شور ہے مگر حفظِ قرآن پر کوئی توجہ نہیں درس قرآن ضرور بہتر چیز ہے مگر آج درس کون دے رہا ہے؟ وہ جس نے نہ تو اساتذہ سے پڑھا اور نہ ادبِ عربی سے اتنی ممارست ہے کہ تفسیروں کو سمجھ سکے یہ نہایت خطرناک قدم ہے اور جس کا مشاہدہ آج ہر ہر قدم پر ہو رہا ہے۔ یہ فریضہ اہل علم کا ہے نہ کہ کالج کے صاحبزادوں کا۔ سچ ہے ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی "اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی" البتہ قرآن سے نصیحت حاصل کرنا بالکل آسان ہے لیکن اس کے ہرگز یہ معنیٰ نہیں کہ قرآن محض ایک سطحی کتاب ہے بھلا اس علیم و خبیر کے کلام کے متعلق ایسا گمان کیوں کر کیا جا سکتا ہے جس پر عمریں بیت گئیں اور صدیاں گذر گئیں مگر اللہ تعالیٰ کے غیر متناہی علوم کے عجائب و اسرار ختم نہ ہو سکے خود اس کتاب الٰہی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی ایک انسان یا کمیٹی کی بنائی ہوئی نہیں بلکہ اس خدا کی اُتاری ہوئی ہے جس کے احاطۂ علم سے زمین و آسمان کی کوئی چیز باہر نہیں ہو سکتی، اس کلام کی معجزانہ فصاحت و بلاغت، علوم و معارف اخبار غیبیہ، احکام و قوانین، اور وہ اسرارِ خفیہ جن کی تہ تک بدون توفیقِ الٰہی کے عقول و افہام انسانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی رسائی نہیں ہو سکتی اور اس کتاب کی تاثیر اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ کسی محدود علم والے آدمی یا سازشی جماعت کا کلام نہیں مستشرقین یورپ اور ان کے مقلدین کا مبلغ علم سطحی اور قشر تک محدود ہے ان کی ساری کاوش عقلی نظریات، احصار و ترتیب، جمع اور تفریق قرآن تک ہے لیکن مغز قرآن سے ان کو دور کا علاقہ نہیں نہ قرآن کی موسیقیت و جاذبیت، اسلوب اور اعجاز سے کوئی سروکار ہے اور نہ تاثیر اور کلام کی قدوسیت سے بہرہ۔ بقول سنائی

عروس حضرت قرآں نقاب آنگہ براندازد — کہ دار الملک ایماں را مجرد بینی از غوغا

پھر عروس قرآن اپنے جمال جہاں آرا کے نقاب کشائی کی تقریب کرے تو کیوں کر کرے یا تو پھر اصمعی جیسے ماہر کلام عرب سے پوچھو کہ قرآن کیا ہے جو نہ حافظ تھا اور نہ اسرار تشریعی کا عالم مگر جب سورۂ مائدہ کی یہ آیت کریمہ کسی نے پڑھی السارق والسارقۃ الخ اور بجائے عزیز حکیم کے غفور الرحیم پڑھ دیا تو چونک اٹھا اور کہا کہ ذرا قرآن لاؤ یہاں غفور الرحیم کا موقع نہیں ہے کیا بات ہے چنانچہ قرآن دیکھا گیا تو عزیز حکیم تھا پھڑک اٹھا کہ اگر یہ نہ ہوتا تو خدا کے کلام ہونے میں مجھ کو شک ہو جاتا خیر اس باریک نکتہ کو تو اصمعی ہی سمجھ سکتا ہے یا جس کو اللہ تعالیٰ کلام پر بصیرت و حذاقت بخشے لیکن آج بھی جب ایک حافظ پڑھتے پڑھتے بھول جاتا یا الٹ پلٹ کر دیتا ہے تو غیر حافظ کو کھٹک پیدا ہو جاتی ہے اور بغیر مراجعت قرآن چین نہیں آتا۔ یہ صرف کلام الٰہی اور اس قرآن کی خصوصیت ہے جو لفظاً و معنیً اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے۔ جس کے آج ہزاروں لاکھوں حافظ موجود اور بقول حضرت ربیع بن انس صدورہم اناجیلہم (خازن) ان کے سینے گویا کتب منزلہ ہیں۔ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ۔ جس طرح جمع صدر پر شاہد عدل اسی طرح وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا جمع کتابی پر واضح شہادت ہے اگر زمانہ نے مساعدت کی اور پیش نظر کاموں سے فرصت ہو گئی تو ان شاء اللہ بعض دوسرے اہم مباحث اضافہ کرکے دلائل القرآن کو مکمل کروں گا سر دست اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ

© rasailojaraid.com